اختر الایمان کی نظم کا ارتقائی مطالعہ

Evolutionary Analysis of Akhtar ul Eeman's Poems.

ڈاکٹر آسیہ نازلی
لیکچرر اردو، ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، پنجاب
ڈاکٹر مظہر عباس
ایسوسی ایٹ پروفیسر، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

Abstract:

Akhtar Ul Emaan is an important poet of modern Urdu poetry, but Urdu criticism and research has not given him the attention he deserves. Undoubtedly, his name will continue to be mentioned along with Faiz, Rashid, Miraji and Majeed Amjad. His poetry made the subject of the external and internal tragedy of the present era very well. Here in this article, an attempt has been made to study the evolution of his poems and try to find out how the themes and styles of his poetry changed over time and how his thoughts matured.

کلیدی الفاظ: اختر الایمان، اردو شاعر، شاعری، تنقید، تحقیق

اردو شعر و ادب کی دنیا میں کچھ باتیں حیران کر دینے والی ہیں، اُن میں سے ایک کسی شاعر کو نظر انداز کر دینا بھی ہے۔ موضوعات کی جدت، بیان کی ندرت، ذاتی رنگِ شعر ہونے کے باوجود بہت سے شعراء اپنے عہد کے ناقدین کی توجہ حاصل نہیں کر پائے۔ کچھ خوش قسمت شاعر ایسے بھی ہیں جو اپنے عہد میں تو نظر انداز کیے گئے لیکن وقت کی گرد ان کو فنا کرنے میں ناکام رہی اور بعد کے ناقدین نے ان کے علمی اور ادبی مقام و مرتبے کو نہ صرف پہچانا بلکہ ادبی دنیا میں ان کو نئے سرے سے متعارف کرایا۔ جب کہ کچھ شاعر ایسے بھی رہے ہیں جو اپنے عہد کے قارئین اور سامعین میں نہ صرف مقبول رہے، شہرت بھی حاصل کی لیکن ناقدین کی توجہ نہیں سمیٹ پائے۔ ان کی فکر اور فن پر اس طرح نہیں لکھا جا سکا جس کا تقاضا ان کی شاعری کرتی ہے۔ ان میں

ISSN 2709-4014 (Print), ISSN 2710-5105 (Online)

ایک نام اخترالایمان کا بھی ہے۔ یہ حقیقت ہے جسے جھٹلانا آسان نہیں کہ جدید اُردو شاعری میں اخترالایمان کا بھی اُتنا ہی حصہ ہے جتنا ن۔م۔راشدؔ، میراجیؔ اور مجید امجدؔ کا ہے۔ جدید اُردو نظم کے بنیادی خدّوخال، ساخت، ڈکشن اور پیرائیہ اظہار کو تقویت دینے میں اخترالایمان کی دَین کا اعتراف نہ کرنا، تنقیدی ناانصافی سے موسوم کیا جائے گا۔ اُنھوں نے مجموعی طور پر اُردو ادب کو نَو شعری مجموعے دیے؛ جن کی سنین وار ترتیب کچھ یوں ہے۔

۱۔ گرداب ۱۹۴۳ء	۲۔ سب رنگ ۱۹۴۳ء	۳۔ تاریک سیّارہ ۱۹۵۲ء
۴۔ آب جُو ۱۹۵۹ء	۵۔ بنتِ لمحات ۱۹۶۹ء	۶۔ نیا آہنگ ۱۹۷۷ء
۷۔ سروساماں ۱۹۸۳ء	۸۔ زمین زمین ۱۹۹۰ء	۹۔ زمستاں سرد مہری کا ۱۹۹۷ء

آخری مجموعہ اخترالایمان کی موت کے بعد مرتب کیا گیا۔ اِس سے پہلے کے آٹھ شعری مجموعے اُن کی زندگی میں ہی شائع ہوئے۔ اخترالایمان کے اِن مجموعوں میں شامل نظموں کی بدولت اُن کا مقام جدید اُردو شاعری میں نہ صرف مستحکم ہوتا ہے بلکہ اُن کا نام جدید اُردو نظم کے ساتھ لازم و ملزوم بھی ٹھہرتا ہے۔ بقول نظام صدیقی:

"اپنے اوّلین شعری مجموعہ 'گرداب' سے 'سب رنگ'، 'زمین' (ان کی) 'زمستاں سرد مہری کا' تک نونظمیہ تلاش مدام تلاش متواتر آہن پوش ترقی پسندی اور برف پوش جدیدیت کی کٹیلی تنگنا سے آگے متواتر اُفقی اور عمودی سطح ارتقاع پزیر رہی اور 'اِس آباد خرابہ' میں ہر نوعیت کے ازالۂ سحر کے بعد بھی صدقِ دل سے نووجودیاتی اور عرفانیاتی معمورہ کے لیے کوشاں رہی" (۱)

جب ہم اخترالایمان کی شاعری دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے مجموعے کی پہلی نظم "نیند سے پہلے" سے ہی اپنا انفرادی رنگ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور یہ انفرادی رنگ جہاں اُن کے اُسلوب سے قائم ہوتا ہے وہیں اُن کی اُداس فضا میں پنپتی فکر سے بھی عیاں ہے۔ دیکھیے:

"اشک بہ جائیں گے آثار سحر سے پہلے
خون ہو جائیں گے ارمان، اثر سے پہلے
سرد پڑ جائے گی بجھتی ہوئی آنکھوں کی پکار
گرد بوسوں کی چھُپا دے گا مرا جسم نزار
جاگتے جاگتے تھک جاؤں گا، سو جاؤں گا" (۲)

بلاشبہ یہ نظمیں زیادہ حقیقی اور ہمہ گیر نوعیت کی ہیں اور اِن سے اخترالایمان کی فکری وسعت کے ساتھ ساتھ تخیلی قوت کا اندازہ بھی ہونے لگتا ہے۔ "مسجد" اور "پرانی فصیل" جیسی شاہ کار نظمیں بھی اِسی

مجموعے میں شامل ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ سب میں ایک خاص طرح کی سوگواریت ہے جو اخترالایمان کی آئندہ شاعری کا بھی طرّۂ امتیاز ہے۔ مثلاً اِن نظموں کے یہ ٹکڑے دیکھیے:

"حسرتِ شام و سحر بیٹھ کے گنبد کے قریب
ان پریشان دعاؤں کو سُنا کرتی ہے
جو ترستی ہی رہیں رنگِ اثر کی خاطر
اور ٹوٹا ہُوا دل تھام لیا کرتی ہے" (۳) (مسجد)

اور۔۔۔

"یہاں سرگوشیاں کرتی ہے ویرانی سے ویرانی
فسردہ شمعِ امید و تمنا لَو نہیں دیتی
یہاں کی تیرہ بختی پر کوئی رونے نہیں آتا
یہاں جو چیز ہے ساکت، کوئی کروٹ نہیں لیتی" (۴) (پرانی فصیل)

ایسی نظموں کی بنیاد پر میراجی اور مختار صدیقی نے لکھا کہ "یہ نظمیں موجودہ شاعری کی ذہنی روش کی بھی آئینہ دار اِس لیے ہیں کہ غور و فکر کرنے والے طبقے کے لیے اِن میں نئی نئی باتیں ہیں۔" (۵) واقعتاً اخترالایمان کی نظمیں صرف احساس تک محدود نہیں رہتیں، یہ فکری حدود میں بھی داخل ہونا ضروری سمجھتی ہیں۔ اِس کے بعد "تاریک سیّارہ" کی نظمیں "واپسی"، "پہلی کرن"، "تاریک سیّارہ"، "ایک کہانی"، "ریت کے محل" اور "غلام روحوں کا کارواں" بہت اہم ہیں۔ اِن نظموں میں کہیں کہیں احتجاج کی لَے شدت سے سُنائی دیتی ہے۔ "غلام رُوحوں کا کارواں" اِس کی بہت بڑی مثال ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعر پوری انسانی تہذیب سے غلامی کو مٹا کر دَم لے گا۔ اِسی کے ساتھ ساتھ Run on Line کی تکنیک کا بہت عمدہ استعمال بھی نظر آتا ہے۔ اِس نظم کا یہ ایک ٹکڑا دیکھیے:

غلام رُوحوں کے کارواں میں
جرس کی آواز بھی نہیں ہے
اٹھو تمدن کے پاسبانو
تمھارے آقاؤں کی زمیں سے
اُبل چکے زندگی کے چشمے
نشان سجدوں کے اب جبیں سے
مٹاؤ، دیکھو چھُپا نہ لے وہ

لہو ٹپکتا ہے آستیں سے (۶)

اصل میں اخترالایمان ایک زندہ ضمیر شاعر ہیں اور جس شاعر کا ضمیر زندہ ہو وہ انسان کی سماجی، سیاسی یا اقتصادی؛ کسی بھی نوع کی غلامی کو قبول نہیں کر سکتا۔ یہ ٹھیک کہ اِس ضمن میں اخترالایمان کا شعری رویہ ترقی پسندوں جیسا نہیں۔ اُن کا لہجہ بلند بانگ نعروں میں نہیں ڈھلتا، نہ وہ چیخ و پکار کرتے ہیں۔ ایک حسّاس شاعر کا رویہ اپناتے ہوئے اپنا اظہار کرتے ہیں۔ اِس ذیل میں باقر مہدی کی یہ بات درست ہے کہ:

"اخترالایمان کی شاعری میں سیاسی موضوعات بھی ہیں اور وہ بھی ایک عام شہری کی طرح سے اپنے ملک کی سیاسی و سماجی جدوجہد میں حصہ لیتے ہیں۔ اُنھوں نے بھی آزادی کی جدوجہد کو اپنی کئی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔۔۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ خطیبانہ انداز اور انقلابی لب و لہجہ اختیار نہیں کرتے" (۷)

اخترالایمان کی شاعری کی ایک خصوصیت بالکل واضح ہے کہ ہم اُن کی نظمیں ایک بار کی قرأت سے پوری طرح نہیں کھُلتیں۔ جیسے جیسے پڑھتے جائیں اور جتنی بار پڑھتے جائیں وہ نہ صرف خود کو آشکار کرتی جاتی ہیں بلکہ ہم پر اُتنی ہی شدت سے اثر انداز بھی ہوتی جاتی ہیں۔ اِس کا بہت کچھ اندازہ ہمیں اُن کے بعد کے آنے والے مجموعوں کی نظموں سے خاص طور پر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اُن کی طویل نظموں میں گہرائی اور پختگی کا عنصر بڑھنے لگتا ہے اور کائناتی وژن بھی وسیع ہونے لگتا ہے۔ اِس کی ایک وجہ کی طرف محمد حسن نے توجہ دلائی ہے، اُن کے بقول "عہد جدید کے مسائل پر اخترالایمان کی نظر زیادہ سیدھی اور زیادہ گہری پڑی ہے جو انسان کی داخلی دنیا پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔" (۸) اِسی لیے اُن کی شاعری پر بھی نظر زیادہ سیدھی اور زیادہ گہری ڈالنا پڑتی ہے۔

مجموعہ "آب جو" میں یوں تو فکری اور فنی حوالوں سے کئی نظمیں قابلِ ذکر ہیں لیکن جو شہرت نظم "ایک لڑکا" کو ملی وہ لازوال ہے۔ یہ نظم اخترالایمان کا ایک ایسا حوالہ ہے جس کے بغیر اُن کی شاعری کا تصور بے شک ادھورا ہے۔ اِس کا اختتام دیکھیے

"یہ لڑکا پوچھتا ہے اخترالایمان تم ہی ہو؟ یہ لڑکا پوچھتا ہے جب تو میں جھلّا کے کہتا ہوں وہ آشفتہ مزاج، اندوہ پرور، اضطراب آسا جسے تم پوچھتے رہتے ہو کب کا مر چکا ظالم اُسے خود اپنے ہاتھوں سے کفن دے کر فریبوں کا اسی کی آرزوؤں کی لحد میں پھینک آیا ہوں! میں اس لڑکے سے کہتا ہوں وہ شعلہ مر چکا جس نے کبھی چاہا تھا اِک خاشاکِ عالم پھونک ڈالے گا یہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے یہ کذب و افترا ہے، جھوٹ ہے، دیکھو میں زندہ ہوں" (۹)

یہ نظم اصل میں اخترالایمان کے بچپن کے ایک احساس کا بیانیہ ہے۔ وہ لڑکا جو زندگی کے سفر میں کہیں دُور رہ گیا اور اخترالایمان آگے نکل آیا، جب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے تو اُس لڑکے سے مکالمہ ہوتا ہے اور وہ

احساس رقم ہوتا ہے جسے برسوں پہلے شاعر نے فراموش کر دیا تھا اور دنیا کی بھیڑ بھاڑ میں کھو گیا تھا۔ ایسی ہی نظمیں ہیں جو شمیم حنفی جیسے نقاد سے اِن الفاظ میں خراجِ تحسین لیتی ہیں؛ اُن کے بقول:

"اُردو کی نئی شاعری کے سیاق میں اختر الایمان کے فکری سرمائے پر نظر ڈالی جائے تو وہ ہمارے سب سے نمایاں آواں گارد شاعر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اُن کا رویہ رسمی اور مقبول وجودی میلانات کے ترجمانوں سے مختلف ہے"(۱۰)

اِسی احساس سے ملتی جلتی نظم "یادیں" بھی اِس مجموعے کی متاثر کن نظم ہے۔ ان کے علاوہ "نیا شہر"، "شکستِ خواب"، "عمر گریزاں کے نام" اور "قافلہ" جیسی نظمیں بھی اِس مجموعے کا قد بڑھانے میں معاونت کرتی ہیں۔

"بنت لمحات" میں "کل کی بات"، "لوگو اے لوگو"، "تفاوت" اور "درد کی حد سے پرے" جیسی نظمیں ہماری توجہ کا زیادہ مرکز بنتی ہیں۔ "کل کی بات" نظم اِس حوالے سے بہت اہم ہے کہ یہاں تقسیم کو پلی بار شاعر نے موضوع بنایا اور اِس نظم کو لکھنے میں پندرہ سال کا وقفہ لیا، یعنی تقسیم کے پندرھویں سال وہ یہ نظم لکھ سکے۔ یہ "نظم اِس قدر غیر رسمی انداز میں شروع ہوتی ہے کہ قاری کو محوِ حیرت کر دیتی ہے۔ اٹھارہ مصرعوں کی اِس نظم کا آغاز ایک گھر، ایک کمرے کے ماحول سے ہوتا ہے جہاں کچھ بھی ایسا نہیں ہے جو کسی بہت اہم تخلیق یا کسی زبردست ادبی کارنامے کے بہ طور اس نظم کو تسلیم کرنے کی جانب اشارہ بھی کرے لیکن اختتام تک پہنچتے پہنچتے نظم جس طرح برصغیر کے حوالے سے ماضی کے بہت بڑے انسانی المیے کا اشاریہ بن جاتی ہے وہ اختر الایمان کی فنی چابک دستی اور غیر معمولی تخلیقیت کی بہترین مثال ہے۔"(۱۱) آخری چند مصرعے دیکھیے جو اِس کی گواہی ہیں:

"یک بیک شور ہُوا ملک نیا ملک بنا
اور اک آن میں محفل ہوئی درہم برہم
آنکھ جو کھولی تو دیکھا کہ زمیں لال ہے سب
تقویت ذہن نے دی، ٹھیرو، نہیں خون نہیں
پان کی پیک ہے یہ اماں نے تھوکی ہو گی"(۱۲)

"نیا آہنگ" میں "میں -- ایک سیّارہ"، "عروس البلاد"، "آثارِ قدیمہ"، "میرا دوست، ابوالہول" اور "متاعِ رائیگاں" وہ نظمیں ہیں جو اختر الایمان کے شعری مرتبے کو بلند کرنے میں پیش پیش ہیں لیکن جو نظم معرکہ آرا کہی جا سکتی ہے وہ اِس سے اگلے مجموعہ "سر و ساماں" سے "ڈاسنہ سٹیشن کا مسافر" ہے۔ ایسی اُداسی اور

ہمی گیر قسم کا درد کہ بیان سے باہر۔ چھوٹی سی بحر میں بہتی ہوئی چھوٹے چھوٹے مصرعوں پر مبنی رواں دواں نظم ایسی کیفیت باندھ دیتی ہے کہ نظم ختم ہونے کے باوجود قاری اُس سے نکل نہیں سکتا۔ آغاز ذرا دیکھیے:

"کون سا سٹیشن ہے؟
ڈاسنہ ہے صاحب جی
آپ کو اُترنا ہے؟"
"جی نہیں، نہیں"، لیکن
ڈاسنہ تو تھا ہی وہ"(۱۳)

اور پھر

"میں نے کچھ کہا تھا پھر
اس نے کچھ کہا تھا پھر
ہے رقم کہاں وہ سب
درد کی گراں جانی
میری شعلہ افشانی
اس کی جلوہ سامانی
ہے رقم کہاں وہ اب"(۱۴)

گوپی چند نارنگ نے اختر الایمان کی اِسی نظم کی بنیاد پر اُن کی شاعری کو بہت سراہا ہے۔ اِس نظم کے بارے میں اُن کا کہنا ہے کہ:

"یہ نظم ("ڈاسنہ سٹیشن کا مسافر") درحقیقت تمام و کمال ایک خوب صورت کہانی ہے، درد و حزن کی نشاط سے لبریز، جس پر اداسی کی دھندلی دھندلی پرچھائیں ہے"(۱۵)

"سروساماں" کے بعد اخترالایمان کی زندگی میں سامنے آنے والا آخری شعری مجموعہ "زمین زمین" ہے۔ اِس مجموعے کی ساری نظموں کا مجموعی خیال یہ ہے کہ انسان اِس زمین کی تباہی کا باعث ہے اور اپنے زمینی اعمال سے ہی اِس زمین کو برباد کر رہا ہے۔ اختر الایمان اس مجموعے کے ابتدائیہ میں کہتے ہیں کہ "اس مجموعے کی بیش تر نظموں پر زمین کا درد حاوی ہے۔ دراصل زمین کا درد مترادف ہے اس کرب کے جو بہ حیثیت ایک شہری کے میرے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔"(۱۶) اگر ہم اس مجموعے کی نظموں کا مطالعہ کریں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ واقعی زمین کا درد شاعر کا بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے اور کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے اِس

مسئلے میں ہمیں پورا پورا شریک کیا ہے اور اِس زمین کی تباہی کی کہانی انتہائی دردمندی مگر خرد افروزی سے سُنائی ہے۔ اس اِس مجموعے کی ایک معروف نظم "اپاہج گاڑی کا آدمی" سے یہ چند مصرعے دیکھیے:

"میں بکھرا ہُوا آدمی ہوں
مری ذہنی بیماریوں کا سبب یہ زمیں ہے
میں اُس دن سے ڈرتا ہوں جب برف ساری پگھل کر
اسے غرق کر دے!
یا آدمی اپنے اعمال سے خود
اسے اک کہانی بنا دے" (۱۷)

مذہب، جھوٹ، دل آزاری، قتل و غارت، حرص، لالچ اور انسان کے مادی مفادات؛ یہ وہ آج کی اقدار ہیں جو اِس زمین کو انسان کے لیے تنگ سے تنگ تر کر رہی ہیں اور جن کا کوئی مداوا نظر نہیں آرہا۔ یہی بنیادی مسئلہ ہے جسے اخترالایمان نے اپنے اس مجموعے کی مختلف نظموں میں مختلف طریقوں سے سمجھایا ہے اور ہمیں یہ ادراک بخشنے کی کوشش کی ہے کہ اِس زمین کا سب اچھا بُرا ہمارے ہاتھ میں ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ ذمہ داری سونپنے اور یہ شعور دینے کا کام بھی کیا ہے کہ ہم اِس زمین کی تباہی کی وجہ بننے سے گریز کریں کیوں کہ یہ ہمارا، ہماری نوع کا اپنا گھر ہے۔ جہاں وہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی موت سے پہلے تک، کھاتا پیتا، رہتا بستا اور مختلف نوعیتوں کے کام کاج کرتا ہے۔ اُس کی ذمہ داری انسانی تہذیب کو ترقی دینا ہے، اُسے برباد کرنا نہیں۔

غرض یہ کہ اخترالایمان کی شاعری ایک مفکر کی شاعری ہے اور اِس ضمن میں اختتام نظام صدیقی کے ایک فکر انگیز اقتباس پر کرتے ہیں، بقول نظام صدیقی:

> "اخترالایمان کا نوانضمام ضدّینی کلام میراجیؔ اور راشدؔ کے کلام سے فی زمانہ زیادہ غور و فکر کا متقاضی ہے۔ وہ نئے عہد کی تخلیقیت اور معنویت کا آفتاب نیمروزی اعلامیہ ہے جو ہر سطح پر اناطوفیا شکن ہے اور 'زمین زمین' ہی نہیں اُفق اُفق اناطوفیا افروز ہے۔" (۱۸)

حوالہ جات و حواشی

۱۔ نظام صدیقی، *نئے عہد کی تخلیقیت کا تیسرا انقلاب*، (دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۹ء)، ص:۲۷۷

2۔ اختر الایمان، *کلیاتِ اخترالایمان*، مرتب: سلطانہ ایمان، بیدار بخت، (کراچی، آج کی کتابیں، ۲۰۱۴ء)، ص:۵۵

3۔ ایضاً، ص:۷۰

4۔ ایضاً، ص:۷۸

5۔ میراجی، مختار صدیقی: "مقدمہ گرداب"، مشمولہ *اختر الایمان: مقام اور کلام*، مرتب: ڈاکٹر محمد فیروز، (دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۱ء)، ص:۲۳

6۔ "*کلیاتِ اختر الایمان*"، ص:۲۱۹

7۔ باقر مہدی: "اختر الایمان ایک منفرد نظم گو"، مشمولہ *اختر الایمان: مقام اور کلام*، ص:۴۴

8۔ حسن، محمد: "اختر الایمان"، مشمولہ *جدید اُردو شاعری: روایت سے بغاوت تک*، مرتب: محمد الیاس کبیر، (ملتان، بیکن بکس، ۲۰۱۶ء)، ص:۴۳۱

9۔ "*کلیاتِ اختر الایمان*"، ص:۲۱۹

10۔ شمیم حنفی: "اختر الایمان کی شاعری"، مشمولہ سہ ماہی *اُردو ادب*، جلد نمبر ۵۹-۶۰، شمارہ نمبر ۲۳۶-۷، (دہلی، مارچ ۲۰۱۶ء)، ص:۴۱۰

11۔ سراج اجمل: *کل کی بات*---تجزیہ، مشمولہ ایضاً، ص:۳۴۷

12۔ *کلیاتِ اختر الایمان*، ص:۳۰۱

13۔ ایضاً، ص:۴۱۶

14۔ ایضاً، ص:۴۱۸ تا ۴۱۹

15۔ نارنگ، گوپی چند: "جدید نظم کی شعریات اور بیانیہ"، مشمولہ *اُردو نظم: ۱۹۲۰ء*، (دہلی، اُردو اکادمی، ۱۹۹۵ء)، ص:۳۱

16۔ اختر الایمان، *زمین زمین*، (بمبئی، رخشندہ کتاب گھر، ۱۹۹۰ء)، ص:۲۵

17۔ "*کلیاتِ اختر الایمان*"، ص:۴۶۳ تا ۴۶۴

18۔ نظام صدیقی، *نئے عہد کی تخلیقیت کا تیسرا انقلاب*، ص:۲۸۱